شاہ محمد جعفر پھلواروی

رسم جہیز اور مسلمان

(" جہیز " پر ہماری شائع کردہ کتاب " مقالات " میں ایک مفصل مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اسے پڑھ لینا بھی مفید ہوگا۔ مندرجہ ذیل مضمون میں بعض جدید نکات سامنے ہیں اور وہ قابلِ غور ہیں۔")

جب ہم کسی فرد یا جماعت کو کسی مقصد کے لیے تیار کرتے ہیں تو اس مقصد کے مطابق ضروری ساز و سامان مہیا کرتے ہیں۔ اگر طالب علم پڑھنے جا رہا ہو تو اس کا سامان پڑھنے لکھنے کی چیزیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی سفر پر جا رہا ہو تو رختِ سفر باندھنا اس کی تیاری ہوتی ہے۔ اگر جنگ کے لیے جا رہا ہو تو خورد و نوش، اسلحہ اور سواری وغیرہ مہیا کرتے ہیں۔ اگر کوئی قبر میں دفن ہونے جا رہا ہو تو اس کے کفن دفن کا سامان کرتے ہیں۔ اگر کوئی دلہن رخصت ہو رہی ہو تو اس کا بناؤ سنگھار کرتے ہیں۔ غرض جس شخص کو کسی مقصد کے لیے تیار کرتے ہیں اس کے لیے اس مقصد کے مطابق ضروری ساز و سامان تیار کرتے ہیں۔ اسی تیاری کو عربی میں تجہیز کہتے ہیں۔ البستان میں ہے:

۱۔ جھز القوم: اذا تکلف لھم بجھازھم للسفر۔ جب ایک جماعت کے لیے رختِ سفر مہیا کیا جائے تو کہیں گے جھز القوم۔

۲۔ جھز الغازی: اعدّ ما یحتاج الیہ فی غزوۃ۔ جھز الغازی کا مطلب ہے غازی کے لیے سامانِ حرب مہیا کرنا۔

۳۔ جھز فلانا ھیأ لہ جھاز سفرہ۔ جھز فلانا کے معنی ہیں فلاں کے لیے رختِ سفر مہیا کرنا۔

۴۔ جھز العروس اعدّ جھازھا۔ جھز العروس کے معنی ہیں دلہن کا سامان مہیا کرنا۔

۵۔ جھز المیت اذا صدف لہ اھبتہ من کفن وغیرہ۔ جھز المیت کا مطلب ہے مردے کے کفن وغیرہ کا سامان مہیا کرنا۔ اس تصریح سے واضح ہو گیا ہو گا کہ جھز تجہیزاً کے معنی ہیں کسی مقصد کے لیے کسی کو تیار کرنا۔ اس تیاری کے ساز و سامان کو عربی میں جَھاز اور جِھاز جیم کے زبر اور زیر سے کہتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبداللہ لبنانی البستان میں لکھتے ہیں:

الجھاز للمیت والعروس والمسافر بالکسر جھاز جیم کے زیر اور زبر سے، مردے، دلہن اور مسافر

والفتح مایحتاجون الیہ کے لیے وہ چیز ہے جس کی ان تینوں کو ضرورت ہو۔

قرآن میں ہے: فلما جھزھم بجھازھم الخ یعنی جب حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کا سامان (دراشن) تیار کر دیا۔ اس کا یہ مطلب کون لے سکتا ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کا "سامانِ جہیز" مہیا فرما دیا؟

اسی لفظ جہاز کو امالہ کر کے "جہیز" بنا لیا گیا ہے، جیسے رکابی سے رکیبی، حلابی سے حلیبی، اور ماشاء اللہ سے ماشے اللہ بنا لیا گیا ہے۔ یہ لفظ جہیز (بواو مجہول) نہ عربی ہے نہ فارسی بلکہ اردو ہے۔ عربی میں جَھِیز (بواو معروف) ہے جس کے معنیٰ ہیں ہلکا تیز رفتار گھوڑا۔ موتٌ جھیزٌ کے معنیٰ ہیں اچانک مرگ۔

یہ لفظ "جہیز" اب ایک مخصوص اصطلاح بن گئی ہے یعنی جہیز اس تمام ساز و سامان کو کہتے ہیں جو ماں باپ (یا ان کے قائم مقام ولی) اپنی طرف سے اپنی جیب سے رخصتی کے وقت دلہن کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ اس میں بستر، پلنگ، کپڑے، زیور، سنگھار کے سامان، چولہا، توا، پکانے اور کھانے کے برتن اور اب سلائی کی مشین، ریڈیو سیٹ، ٹیلی ویژن سیٹ اور سوفہ سیٹ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ اس ساز و سامان کا نام جہیز ہے۔ دلہن کے دوسرے رشتے دار جو تحائف پیش کرتے ہیں ان کا شمار جہیز میں نہیں۔ شادی کے موقعے پر ہر برادری کا ایک اور رواج بھی ہے کہ باراتی طعام کے وقت دلہن والوں کے رشتے دار اور دعوتِ ولیمہ کے وقت دولہا کے رشتے دار کچھ رقمیں بھی پیش کرتے ہیں جسے نیوتا کہتے ہیں۔ بعض جگہ مانجھا (جوڑا) دینے کا بھی رواج ہے۔

والدین کا لڑکی کو جہیز دینا یا دوستوں کا تحائف پیش کرنا یا نیوتا یا مانجھا دینا یہ سب ایسی رسمیں ہیں جو کسی افادی نقطۂ نظر سے ایجاد ہوئی ہیں۔ تاہم کسی رسم کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سنتِ رسولؐ اور لازمۂ شادی ہے۔ اسلامی شریعت میں نکاح کے بعد عروس کی تمام ضروریات کی ذمے داری شوہر کے سر آ جاتی ہے۔ ان ضروریات میں حسبِ استطاعت مکان، لباس، خوراک، اثاث البیت وغیرہ سب کچھ آ جاتا ہے۔ اس کی ذمے داری ماں باپ (یا ان کے قائم مقام ولی) پر نہیں رہتی۔ اگر شوہر غیر مستطیع ہو اور والدین صاحبِ استطاعت ہوں تو بیٹی یا داماد کی امداد کرنا باعث بڑی نیکی بھی ہے اور والدین کی محبت کا ایک فطری تقاضا بھی۔ والدین پیدا ہونے کے بعد سے جوانی تک اپنی بیٹی کو بہت کچھ دیتے رہتے ہیں بلکہ بیاہے جانے کے بعد بھی کچھ دیدیں تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟ شادی سے پہلے اور شادی ہو چکنے کے بعد والدین جو کچھ بھی اپنی بیٹی کو دیتے رہتے ہیں اسے کوئی جہیز نہیں کہتا۔ جہیز صرف اس ساز و سامان کو کہا جاتا ہے جو بیاہتے وقت

دیا جاتا ہے۔ حالانکہ شادی کے وقت جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بھی اسی طرح کی ایک امداد ہے جس طرح شادی سے پہلے اور شادی ہو چکنے کے بعد کچھ دینا ایک امداد ہے۔ خاص شادی کے وقت کچھ دینا نہ سنتِ رسول ہے نہ سنتِ صحابہ۔ نہ لازمہ شادی ہے نہ جزو نکاح۔

شادی کے وقت ساز و سامان مہیا کرنے کے لیے ہم نے جو ایک اصطلاح "جہیز" کی بنائی ہے وہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو شریعت اسلامیہ اور اسلامی تاریخ میں کبھی متعارف نہیں رہی ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل نکات پر غور کیجیے:

(۱) اصطلاحِ جہیز کے لیے عربی زبان میں کوئی لفظ ہی موجود نہیں۔ لفظ جہاز کے متعلق ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ یہ ہر قسم کے رخت کے لیے ہے صرف دلہن کے لیے نہیں۔ ہاں اب جہیز کے لیے ایک عربی لفظ ایجاد ہوا ہے اور وہ ہے یا ئنہ۔ لیکن یہ لفظ مولّد ہے۔ مولّد کے معنی یہ ہیں کہ اس معنی میں یہ لفظ قدیم عربی لغت میں موجود نہیں بلکہ اس کا شمار لغات جدیدہ میں ہے جیسے مذیاع کے معنی لاوڈ اسپیکر۔ مدفّعہ کے معنی بلڈوزر وغیرہ۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ جس مفہوم کے لیے عربی میں کوئی لفظ ہی موجود نہیں وہ سنتِ رسول کیسے ہو جائے گا؟

(۲) جہیز دینا اگر سنت ہوتا تو اس کا ذکر ان ہزاروں شادیوں میں موجود ہوتا جو عہدِ نبوت میں ہوئیں حضورؐ نے اپنی حقیقی صاحبزادیوں کو بھی بیاہا حضرت زینبؓ سیدنا ابو العاصؓ سے اور حضرات رقیہؓ و ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے سیدنا عثمانؓ سے بیاہی گئیں لیکن کہیں جہیز کا ذکر نہیں آتا۔ خود حضورؐ کے کاشانے میں متعدد ازواج مطہرات آئیں لیکن جہیز ساتھ لانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں صحابہ میں بے شمار شادیاں ہوئیں لیکن کہیں جہیز ساتھ لانے کا ذکر موجود نہیں۔ اگر جہیز دینا سنت ہوتا تو ان ہزاروں شادیوں میں کہیں تو جہیز کا ذکر آتا۔

(۳) قرآن اور حدیث میں ازدواجی زندگی کی بہتیری جزئیات کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً مہر۔ تعدادِ ازدواج باری مقرر کرنا، رضاعت کی اجرت، مسکن اور نان نفقے کی ذمہ داری۔ حسنِ سلوک اور دیگر حقوق زوجین حلال و حرام رشتے، عدت، عقدِ ثانی، اولاد اور حضانت وغیرہ۔ غرض ازدواجی زندگی کے ایک ایک جزئیے کا ذکر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔ لیکن جس چیز کا اشارۃً بھی کہیں ذکر نہیں ملتا وہ رسم جہیز ہے۔ انتہا یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں بھی کوئی باب الجہیز موجود نہیں (متاخرین کے فتاوے میں اس کا ذکر ایک آدھ جگہ ملتا ہے لیکن یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے)۔ پھر ایک ایسی شے کو سنت کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے جس کا کوئی ذکر

کتاب و سنت اور فقہ میں موجود نہ ہو بلکہ اس مفہوم کے لیے عربی لغت میں کوئی لفظ ہی نہ پایا جاتا ہو۔

جہیز کے متعلق سنتِ رسول ہونے کی غلط فہمی سنن نسائی وغیرہ کی جس حدیث سے پیدا ہوئی وہ یوں ہے:

جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر (نسائی جلد دوم ص ۵۷۔ طبع کراچی)	یعنی حضورؐ نے جنابِ فاطمہ کو تیار کیا ایک چادر، مشکیزے اور ایک تکیے میں جس میں اذخر (گھاس) بھری ہوئی تھی۔

یہاں لفظ جهز کا مفہوم یہ لیا گیا کہ حضورؐ نے جہیز میں یہ یہ چیزیں دی تھیں حالانکہ جهز کا مطلب صرف تیار کرنا ہے جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ مطلب اس عبارت کا صرف یہ ہے کہ حضورؐ نے جب سیدہ فاطمہ کو رخصت کیا تو اس وقت یہ چیزیں مہیا فرمائیں۔ اس کا یہ مطلب ہی نہیں کہ جہیز میں یہ یہ چیزیں دیں۔

اسی مفہوم کی روایت سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اس کے الفاظ پر ذرا غور کیجیے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى علياً وفاطمة وهما فى خميل لهما قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم جهزها بها ووسادة محشوة اذخراً وقربة (ابن ماجہ کتاب الزہد باب ضجاع آل محمدؐ ص ۱۳۹۰، حدیث نمبر ۴۱۵۲ طبع عیسیٰ البابی الحلبی)	یعنی حضورؐ حضرات علیؓ و فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اس وقت ان دونوں کے پاس ایک چادر تھی جو حضورؐ نے ان دونوں کو مہیا فرمائی تھی اور نیز ایک تکیہ تھا جس میں اذخر بھرا ہوا تھا اور ایک مشکیزہ تھا۔

یہاں جهزها کا لفظ ہے جس کے معنی محض یہ ہیں کہ حضورؐ نے ان دونوں کے لیے یہ چیز مہیا فرمائی تھی۔ اگر یہاں جهزها کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ حضورؐ نے ان دونوں کو یہ چیز جہیز میں دی تھی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جہیز بیٹی کے علاوہ داماد کو بھی دیا جاتا ہے۔ جهز کے معنی ہیں هيأ، اعدّ، ارصد یعنی مہیا کیا، تیار کیا جیسا کہ تمام لغات میں موجود ہے۔ "جہیز دیا" کے معنی میں یہ لفظ کبھی مستعمل نہیں ہوا۔ جہیز کے مفہوم کے لیے تو عربی لغت میں کوئی لفظ ہی نہیں اور یہ مفہوم شرع میں کبھی متعارف نہیں رہا ہے۔

جهز کے لفظ کا ترجمہ "جہیز دینا" کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی لغات جدیدہ میں مدفع کے معنی بلڈوزر دیکھ کر فلما ارسلنا ها تدميرا کا ترجمہ یہ کرے کہ "ہم نے بلڈوزر بھیج کر اس بستی کو تباہ کر دیا"۔

اب ایک ضروری نکتہ بھی سن لیجیے۔ حضورؐ نے جو چیزیں حضرت فاطمہؓ (نیز حضرت علیؓ) کے لیے مہیا فرمائیں

اس میں جہیز کے مفہوم کا شائبہ تک نہ تھا کیونکہ :

(۱) جہیز اصطلاح میں اس ساز و سامان کو کہتے ہیں جو باپ یا ماں یا ان کے قائم مقام ولی، اپنی طرف سے اور اپنی جیب سے مہیا کرتے ہیں۔ حضورؐ نے جو کچھ مہیا فرمایا وہ اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ مہر کی رقم سے مہیا فرمایا تھا جو حضرت علیؓ نے رخصتی سے پہلے ہی حضورؐ کی خدمت میں حاضر کر دی تھی۔ اس کی تفصیل زرقانی اور روضۃ الصفا کے مؤلفوں سے سنیے :

((المواہب اللدنیہ فی المنح المحمدیہ سیرت نبوی کی مشہور کتاب ہے جس کے مؤلف شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی ہیں۔ ان کی ولادت کا سنہ ۸۵۱ھ ہے اور سنہ وفات ۹۲۳ھ ہے۔ اس کتاب کی شرح کا نام ہے اشراق مصابیح السیرۃ المحمدیہ بمزج اسرار المواہب اللدنیہ۔ شارح کا نام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی ہے۔ جن کی ولادت ۱۰۵۵ھ میں اور وفات ۱۱۲۲ھ میں ہوئی۔ یہ شرح زرقانی کے مختصر نام سے مشہور رہے۔ اس متن و شرح کا جو نسخہ اس وقت میرے سامنے ہے وہ مطبعۂ ازہریہ مصریہ ۱۳۲۵ھ کا شائع کردہ ہے۔ اس کی جلد دوم صفحہ ۳ اور ۴ کی عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ عبارت ذکر تزویج علی بفاطمۃ رضی اللہ عنہا کے عنوان کے تحت ہے۔ لکھتے ہیں :

"حتی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: تزوجنی فاطمۃ؟ قال: عندک شیئ؟ فقلت: فرسی وبدنی۔ قال: فرسک فلابد لک منہا واما بدنک فبعہا فبعتہا من عثمان بن عفان باربع مائۃ وثمانین درہما ثم ان عثمان رد الدرع الی علیؓ فجاء بالدرع والدراہم الی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لعثمان بدعوات کما فی روایۃ۔ فجئتہ بہا فوضعتہا فی حجرہ فقبض منہا قبضۃ فقال: ای بلال ابتع لنا بہا طیبا وفی روایۃ ابن ابی خیثمۃ من علی: امر صلی اللہ علیہ وسلم ان یجعل ثلث الاربعمائۃ وثمانین فی الطیب ...... وامرہم ان یجہزوہا فجعل لہا سریر مشروط ووسادۃ من ادم حشوہا لیف۔ (نشان زدہ الفاظ متن کے ہیں اور خالی عبارت شرح کی ہے)

"یعنی آخر میں (علیؓ) نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ، کیا حضورؐ فاطمہ کو مجھ سے بیاہنا پسند فرمائیں گے؟ حضورؐ نے پوچھا: کیا تمھارے پاس کچھ (مال) ہے؟ میں نے عرض کیا، میرا گھوڑا ہے یا زرہ۔ فرمایا: گھوڑے کی تو تمھیں بہرحال ضرورت رہے گی۔ رہی زرہ، تو اسے فروخت کر دو۔ چنانچہ میں نے عثمانؓ بن عفانؓ کے ہاتھ چار سو اسّی درہم میں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد عثمانؓ نے وہ زرہ بھی واپس کر دی۔ حضرت علیؓ وہ زرہ اور رقم لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ حضورؐ نے عثمان کے حق میں دعائے خیر

جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ پھر میں (علیؓ) رقم لے کر آیا اور حضورؐ کی گود میں رکھ دی۔ حضورؐ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فرمایا کہ: بلال! اس رقم کی خوشبو خرید کر ہمارے پاس لے آؤ ۔۔۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت علیؓ کی زبانی جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: حضورؐ نے حکم فرمایا کہ: ان چار سو اسی درہموں کی تہائی (ایک سو ساٹھ درہم) خوشبو میں صرف کی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر حضورؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ: ان (فاطمہؓ) کا سامان مہیا کریں۔ چنانچہ انؓ کے لیے ایک بُنی ہوئی چارپائی اور ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی تیار کیے گئے"۔

مذکورۂ بالا عبارت تو مواہب اور اس کی شرح کی تھی۔ اب ایک اور کتاب کی عبارت بھی ملاحظہ ہو۔ اس کا نام ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفاء۔ اس کے مؤلف شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور کتاب فارسی زبان میں ہے جس کا وہ نسخہ میرے سامنے ہے جو نولکشور پریس نے رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا ہے۔ اس کے مؤلف ہیں المؤرخ میر خواند محمد بن خاوند شاہ بن محمود ہروی۔ مؤلف کا سنہ وفات ۹۰۳ھ ہے۔ اس کی جلد دوم صفحہ ۷۰۴ کی عبارت یوں ہے:

"چوں حضرت علی فاطمہ زہرا را خواستگاری نمود حضرت رسولؐ فرمود کہ مہر او را چہ می سازی؟ جواب داد کہ نزد من چیزے نیست۔ حضرت فرمود کہ زرہ حُطمیہ تو کجاست؟ عرض کرد: موجود است۔ حضرتؐ فرمود کہ آں را صداق ساز۔ گویند کہ حضرت علی آں زرہ را بچہار صد و ہشتاد درہم بعثمان فروخت و آں زرہے بود فراخ و سنگین کہ ہیچ شمشیر برو کارنمی کرد و عثمان بعد از خریدن بحضرت علی بخشید و مرتضیٰ علی زرہ و بہائے آں کہ چہار صد و ہشتاد درہم بود بخدمت مصطفیٰؐ آورد و حضرتؐ دربارۂ عثمان دعا فرمود۔ روایتے آنست کہ دو دانگ وجہ مذکور را بہوئے خوش صرف کردند و چہار دانگ او را در چہار مصرف داشتند و ازاں جملہ دو جامۂ بُرد بود و دو بازو بند نقرہ و لحاف کتان و یک نہالے ازاں جنس، و جمعے دو نہالے گفتہ اند، و بعضے از جزئیات دیگر کہ محتاج الیہ بود ازاں زر مرتب ساختند۔

ترجمہ: جب حضرت علی نے فاطمہ زہرا کی خواہش ظاہر کی تو حضورؐ نے پوچھا کہ: ان کے مہر کے لیے کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں۔ فرمایا کہ: تمہاری وہ حُطمی زرہ کہاں ہے؟ عرض کیا: وہ تو موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: بس اسی کو مہر قرار دو۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے وہ زرہ چار سو اسی درہم میں عثمان کے ہاتھ فروخت کی۔ وہ زرہ ایسی کشادہ اور سخت تھی کہ اس پر تلوار بھی کوئی اثر نہ کر سکتی تھی۔ عثمان نے وہ زرہ خریدنے کے بعد حضرت علی کو واپس کر دی۔ علی مرتضیٰ وہ زرہ اور اس کی قیمت جو چار سو اسی درہم تھی لے کر محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ نے عثمان کے حق میں دعا فرمائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضورؐ نے اس رقم کے دو حصے تو خوشبو میں صرف فرمائے اور چار حصے دوسرے چار مصرف میں۔ مثلاً دو جامۂ بُرد د بُرد

دھاری دار کپڑے کی ایک قسم ہے) دو نقرئی بازو بند - ایک ڈسر کا لحاف اور اسی کا ایک تکیہ - بعض مورخین دو تکیے بتاتے ہیں۔ اور بعض وہ چیزیں جن کی ضرورت تھی - یہ سب کچھ اسی رقم (مہر) سے حضورؐ نے تیار فرمایا۔"

مذکورہ بالا عربی اور فارسی عبارتوں کے بعد کسی مزید تشریح میں جانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ یہ بات واضح ہے کہ سارا اثاث البیت حضورؐ نے مہر فاطمہ ہی کی رقم سے مہیا فرمایا تھا۔ اب اگر کسی کو اس حقیقت سے انکار ہو تو یہ اس کا فرض ہے کہ وہ کوئی ایسی روایت دکھائے جس میں یہ صراحت ہو کہ حضورؐ نے یہ سامان، رقم مہر سے نہیں مہیا فرمایا تھا بلکہ اپنی جیب سے یہ رقم ادا فرمائی تھی۔ پس اگر جہیز دینا سنت ہے (جو صرف حضرت فاطمہؓ کو دیا گیا اور کسی کو نہیں دیا گیا) تو پھر یہ بھی ضروری سنت ہے کہ باپ یہ سامانِ جہیز مہر کی رقم سے پورا کرے نہ کہ اپنی طرف سے۔

(۲) یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے اگر واقعۃً جہیز دینا سنّت اور لازمۂ ازدواج ہے تو یہ صرف جناب فاطمہؓ کے ساتھ کیوں مخصوص رہا اور دوسری صاحبزادیوں کو یہ جہیز کیوں نہ دیا؟ نیز ازواج مطہرات اپنے ساتھ کوئی جہیز کیوں نہ لائیں؟ پھر اور ہزاروں صحابیات کے ازدواج کے ذکر میں جہیز کا کوئی ذکر کیوں نہیں ملتا؟ اس سوال کا جو جواب ہے اس سے خود ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ نے جو کچھ دیا وہ جہیز نہ تھا بلکہ ایک مخصوص ضرورت یا EMERGENCY تھی۔ واقعات یوں ہیں کہ حضرت علیؓ کا کوئی الگ گھر نہ تھا جہاں وہ جناب فاطمہؓ کو لے جاکر آباد کرتے۔ گھر داماد ی کا کوئی رواج نہ تھا اور شادی کا مطلب ہی تھا ایک الگ گھر بسانا۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاری نے اپنا ایک گھر اس نئے جوڑے کے لیے پیش کیا۔ اس خالی گھر کو اثاث البیت کی بہرحال ضرورت تھی ہی چند ضروریات خانہ داری اور کچھ دلہن کی تیاری تھی اور اس کو بھی حضورؐ نے مہر کی رقم سے پورا کیا۔ حضورؐ نے اپنی دوسری صاحبزادیوں کے لیے اتنا کچھ سامان بھی نہ کیا کیونکہ جہاں وہ رخصت ہو کر جا رہی تھیں، وہ گھر پہلے سے موجود تھے، اور اثاث البیت بھی موجود تھا۔ اگر حضرت علیؓ کا بھی کوئی گھر اور اثاث البیت پہلے سے موجود ہوتا —— جیسا کہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا —— تو حضورؐ کو حضرت فاطمہ کے لیے اتنا کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پس سنت دراصل یہ ہے کہ اگر بیٹی کسی ایسے گھر میں رخصت ہو کر جانے والی ہو جو اثاث البیت سے خالی ہو تو اس کو، اثاث البیت مہیا کرنا (نہ کہ جہیز دینا) چاہیے اور پھر یہ بھی مہر ہی کی رقم سے مہیا کرنا چاہیے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بیٹی کو شادی سے پہلے یا بعد یا شادی کے وقت کچھ نہیں دینا چاہیے یا رخصت کرنے سے پہلے اس کے بدن کے کپڑے بھی اتروالینا چاہیے۔ آپ ساری عمر اس کو دیتے رہیے۔ لیکن اسے جہیز تو نہ کہیے اور جھز کا ترجمہ جہیز دینا تو نہ کیجیے۔ اگر جہیز کی اصطلاح ہی استعمال کرنا ضروری ہو تو اسے لازمۂ شادی نہ کہیے۔ اور اگر لازمۂ ازدواج ہی سمجھتے ہیں تو اسے سنتِ رسولؐ یا سنتِ صحابہؓ تو نہ کہیے۔ اسے زیادہ سے زیادہ تحائف، نیوتے، اور ساتھے وغیرہ کی طرح کا ایک رسم و رواج کہیے جو مختلف برادریوں نے کسی زمانے میں امداد باہمی وغیرہ کی مصلحت کو سامنے رکھ کر قائم کیا ہوگا۔ لیکن رسم و رواج کو سنتِ رسولؐ سے کیا تعلق؟ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں شوق سے کیجیے لیکن اسے محض رسم و رواج کا درجہ دیجیے جس میں ترمیم کرنے، پابندی عائد کرنے یا اسے ترک کرنے کی ہر وقت گنجائش موجود ہے۔ اسے ضروری سنتِ رسولؐ سمجھ کر اس کی فکر میں گھلتے رہنے کو شریعتِ اسلامیہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ صرف ایک رسم ہے جو ہندوؤں سے لی گئی ہے۔ ہندوؤں کے ہاں بیٹی کو ترکہ نہیں ملتا اس لیے وہ ایک بار "دان" (جہیز) کے نام سے بہت کچھ بیٹی کو دے دیتے ہیں۔ ہندو خود اب اس رسم پر پابندی عائد کر چکے ہیں اور ساتھ ہی بیٹی کو ترکہ بھی دینے لگے ہیں لیکن ہم نے ہندوؤں سے جو رسم سے کر اختیار کر لی اس پر ابھی تک سنتِ رسولؐ کا ٹھپہ لگا کر قائم ہیں۔

اسلامی جمہوریت

مولانا رئیس احمد جعفری

ملوک وسلاطین کا زمانہ گزر گیا اور موجودہ دور سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ درحقیقت جمہوریت کیا ہے؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کے حدود و خصائص کیا ہیں؟ یہ کس طرح بروئے کار آتی ہے اور اس کا تحفظ کس طرح کیا جاتا ہے۔ دنیا نے اس کا جواب مختلف انداز میں دیا ہے۔ لیکن اسلام نے جس جمہوریت کا خاکہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس پر عمل کر دکھایا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل منفرد اور یکتا ہے اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اسلامی جمہوریت کی وضاحت کی گئی ہے۔ قیمت: ۹ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور